44

جلسہ سالانہ کے سلسلہ میں بعض ہدایات

(فرمودہ ۱۸ دسمبر ۱۹۲۵ء)

تشہد، تعوذ اور سورۂ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا:

چند ہی دنوں میں ایک اور نشان ظاہر ہونے والا ہے اور دنیا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی صداقت کا ایک اور نشان دیکھنے والی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے چاہا ہے کہ اس نشان کے ذریعے بھی لوگوں کی آنکھوں کو کھولے اور یہ نشان ایک ہفتہ تک انشاء اللہ ظاہر ہوگا۔ یہ قادیان کا وہ سالانہ اجتماع ہے جسے جلسہ سالانہ کہا جاتا ہے اور جس کی بنیاد حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے خود رکھی اور جس کے متعلق آپ کی پیشگوئی ہے کہ یہ ترقی کرے گا اور کثرت سے لوگ اس میں شامل ہوا کریں گے۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس اجتماع کے متعلق بطور خبر فرمایا تھا

زمین قادیاں اب محترم ہے ہجوم خلق سے ارض حرم ہے

پس یہ وہ اجتماع ہے جس سے قادیان کی زمین پر اس کثرت سے لوگ آئیں گے۔ جس کثرت سے مکہ مکرمہ آتے ہیں اور یہ کہ ہر سال کثرت سے لوگ آیا کریں گے۔ چنانچہ ہم ہر سال دیکھ رہے ہیں کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی یہ بتائی ہوئی خبر جو بطور پیشگوئی ہے ہر لحظہ بڑی صفائی سے پوری ہو رہی ہے اور آئندہ بھی پوری ہوتی رہے گی۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے وقت بڑی سے بڑی تعداد جلسے پر آنے والوں کی سات سو ہوئی تھی۔ لیکن اب جس کثرت سے لوگ اس موقع پر آتے ہیں اس سے یہ کہنا پڑتا ہے کہ درحقیقت یہ اس زمانہ کے لئے خبر تھی اور ایک پیشگوئی تھی جسے پورا ہوتے ہوئے ہم اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں۔

اگر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام خدا تعالیٰ کی طرف سے نہ ہوتے اور اگر یہ خبر جو

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جلسے کے متعلق دی۔ خدا کی طرف سے نہ ہوتی تو ضرور تھا کہ بانئ سلسلہ کے بعد اس میں ضعف پیدا ہو جاتا لیکن ہم دیکھتے ہیں کہ اس میں کوئی ایسی بات پیدا نہیں ہو رہی۔ جو کمی پر دلالت کرے۔ بلکہ اس میں ہر لحظہ ترقی ہو رہی ہے جو بتاتی ہے کہ یہ خبر خدا کی طرف سے تھی اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام بھی خدا کی طرف سے تھے۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے آخری جلسہ میں جس کے بعد آپؑ فوت ہوگئے۔ جلسہ پر آنے والوں کی تعداد سات سو تھی لیکن اب خدا کے فضل سے بارہ تیرہ ہزار تک آدمی آتے ہیں۔ بلکہ بعض وقت تو ان کی تعداد چودہ ہزار تک بھی پہنچ جاتی ہے جو اس تعداد سے جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے وقت میں تھی دس گنا سے بھی زیادہ ہے۔ کیا اس قدر ہجوم کو دیکھ کر جو صرف خدا کی خاطر یہاں آتا ہے۔ کوئی کہہ سکتا ہے کہ قادیان میں حرم کی طرح ہجوم کے متعلق جو پیشگوئی ہے۔ وہ پوری نہیں ہو رہی۔ ایک شخص واقعات سے منہ پھیر کر اور آنکھیں بند کرکے یہ کہہ دے کہ جلسہ پر آنے والوں کی تعداد میں کوئی اضافہ نہیں ہو رہا تو الگ بات ہے ورنہ یہ واقعات ایسے کھلے ہیں کہ کوئی ان سے انکار نہیں کر سکتا۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے پیش از وقت اس جلسہ کے متعلق خبر دی کہ اس میں کثرت سے لوگ آیا کریں گے اور سب دیکھتے ہیں کہ ہر سال آنے والوں میں ترقی ہو رہی ہے۔ اس سے ماننا پڑتا ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی یہ پیشگوئی ہر سال ہمارے ایمان کو تازہ کرنے کے لئے پوری ہوتی ہے اور ہر سال اپنی صداقت کا پھل دیتی ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اس پیشگوئی کی مثال جو ہر سال پوری ہو کر پھل دے رہی ہے۔ اس شخص کی طرح ہے۔ جو بہت بوڑھا تھا مگر درخت لگا رہا تھا۔ درخت لگاتے ہوئے اسے ایک بادشاہ نے دیکھا اور اسے کہا۔ درخت تو کئی سال کے بعد پھل لاتا ہے اور تم بوڑھے ہو۔ اس کا پھل تو تم نہیں کھا سکو گے پھر اسے کیوں بوتے ہو کم از کم یہ دس پندرہ سال کے بعد پھل لانے کے قابل ہو گا اور اس وقت شائد تم قبر میں ہوگے۔ بوڑھے باغبان نے جواب دیا۔ بادشاہ سلامت ہمارے بڑوں نے درخت لگائے۔ تو ہم نے پھل کھائے۔ اب ہم لگاتے ہیں تا ہماری اولاد پھل کھائے۔ ہمارے باپ دادا اگر یہ خیال کرکے کہ ہم کو پھل کھانا نصیب نہ ہو گا درخت نہ لگاتے۔ تو پھر ہم ان کا پھل کس طرح کھا سکتے اسی طرح ہم بھی آنے والی نسل کے لئے لگاتے ہیں۔ بادشاہ کو یہ بات بہت پسند آئی۔ اس نے کہا۔ ”کیا خوب“ اور اس کا حکم تھا کہ جب وہ کسی بات پر کہے ”کیا

خوب" تو وزیر چار ہزار درہم کی ایک تھیلی اس شخص کو دے جس کی بات پر بادشاہ ایسا کہے۔ چنانچہ بوڑھے کی اس بات پر وزیر نے چار ہزار درہم کی تھیلی اس کو دیدی۔ اس پر بوڑھے نے پھر کہا۔ اے بادشاہ آپ کہتے تھے۔ تمہیں اس درخت کا پھل کھانا نصیب نہیں ہوگا مگر دیکھئے لوگوں کو تو درخت لگا کر پھل کے لئے کئی سال انتظار کرنی پڑتی ہے مگر میرے درخت نے لگاتے لگاتے پھل دے دیا ہے۔ اس پر پھر بادشاہ نے کہا "کیا خوب" اور وزیر نے ایک اور تھیلی چار ہزار درہم کی نکال کر اس کو دے دی۔ پھر اس نے کہا بادشاہ سلامت اور درخت تو سال میں ایک دفعہ پھل لاتے ہیں مگر میرا درخت لگاتے ساتھ ہی دو دفعہ پھل لایا۔ اس پر پھر بادشاہ نے کہا کیا خوب اور وزیر نے ایک اور تھیلی اسے دے دی۔ اس پر بادشاہ نے کہا۔ کہ چلو۔ نہیں تو یہ بوڑھا اپنی باتوں سے ہمیں لوٹ لے گا۔ پس حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جو درخت لگایا۔ اسے بھی اسی قسم کی بلکہ اس سے بڑھ چڑھ کر برکت ملی۔ اس کا درخت تو دو یا تین بار پھل لا کر رہ گیا لیکن حضرت مسیح موعودؑ کا لگایا ہوا درخت ہر سال پھل لا رہا ہے اور کثرت سے لا رہا ہے۔ پس جن لوگوں کے دلوں کی آنکھیں اس بادشاہ کی طرح کھلی ہیں۔ وہ جانیں گے کہ اس کی حقیقت کیا ہے۔ ورنہ نادان تو ان باتوں سے آنکھیں بند کر کے چلا جاتا ہے۔

دنیا میں کئی عرس ہوتے ہیں۔ بڑے بڑے بزرگوں کی قبروں پر عرس اور میلے لگتے ہیں۔ ان میں لوگ کثرت سے جاتے ہیں مگر یہ عرس اور یہ میلے اس قسم کے دینی اجتماع کے برابر نہیں ہو سکتے۔ جیسا کہ ہمارا جلسہ ہے۔ یہ سچ ہے کہ ان عرسوں اور میلوں کو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے قائم کردہ اجتماع سے کوئی نسبت نہیں۔ کیونکہ ان عرسوں کے متعلق کسی نے پہلے نہیں کہا کہ ان میں اس قسم کی ترقی ہوگی۔ لیکن ہمارے سالانہ جلسہ کے متعلق حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے پہلے ہی سے بتا دیا تھا کہ دینی اغراض کے لئے قادیان میں اس موقع پر اس کثرت سے لوگ آیا کریں گے کہ ان کے اس ہجوم سے جو صرف دین کی خاطر ہوگا قادیان کی زمین ارض حرم کا نام پائے گی۔

دیکھو وہ شخص جو شیکسپیئر کے کلام کی مقبولیت کو دیکھ کر اسے قرآن کریم کے بالمقابل کھڑا کرنے کی کوشش کرے۔ وہ بھی نادان ہوگا بیشک شیکسپیئر کو علم کلام میں جو درجہ حاصل ہے۔ وہ کسی کو نہیں۔ علم ادب میں وہ اس حد تک ترقی کر گیا تھا کہ اس کی نقل کو بھی اب امر موہوم خیال کرتے ہیں اور اگر کوئی شخص اس کی نقل کی کوشش کرے تو اسے مجنون کہتے ہیں لیکن باوجود اس

کے کوئی نہیں کہہ سکتا کہ شیکسپیئر کا کلام قرآن کریم کے برابر ہے یا شیکسپیئر خود آنحضرت ﷺ جیسا درجہ رکھتا ہے۔ جس طرح عرب کے فصحاء اور بلغاء قرآن کریم کی مثل نہیں لا سکتے۔ اسی طرح انگریزوں نے بھی مانا ہے کہ شیکسپیئر کے کلام کی کوئی مثل نہیں لا سکتا مگر کیا اس سے وہ آنحضرت ﷺ کے برابر ہوگیا ہرگز نہیں کیوں؟ اس لئے کہ آنحضرت ﷺ نے جب اس کلام کو پیش کیا تو ساتھ ہی کہہ دیا کہ یہ وہ کلام ہے جس کی کوئی نظیر نہیں لا سکے گا۔ اور نہ ہی اس کی کوئی مثل لا سکتا ہے۔ لیکن شیکسپیئر نے یہ نہیں کہا۔ اسے تو معلوم ہی نہیں تھا کہ اس کے کلام میں اس قسم کی خوبیاں ہیں کہ اس قدر مقبول ہوگا۔ بلکہ اسے تو خوف رہتا تھا کہ میرا کلام شائد قبول بھی ہو یا نہ۔ پس شیکسپیئر کا کمال اتفاقی تھا مگر آنحضرت ﷺ کا دعویٰ تحدی کے ساتھ تھا۔ شیکسپیئر کے کلام کی قدر اس کے بعد ہوئی اور اس کے بعد ہی یہ کہا گیا کہ اس کی نقل کرنا امر موہوم ہے یا جنون۔ لیکن آنحضرت ﷺ کی زندگی میں ہی لوگ باوجود ادیب ہونے اور اس بات کی کوشش کرنے کے کہ اس کی مثل اور نظیر لائیں۔ اس کی مثل اور نظیر نہ لا سکے۔ اسی طرح ہمارے اس جلسہ کا حال ہے دوسرے عرسوں کے متعلق کسی نے پہلے اس قسم کی کوئی خبر نہیں دی کہ یہ ترقی کریں گے لیکن ہمارے جلسہ کے متعلق حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے خدا سے خبر پا کر پہلے ہی اطلاع دے دی تھی کہ یہ ہر لحظہ ترقی کرتا چلا جائے گا اور ہر سال اس میں آنے والوں کی تعداد میں زیادتی ہوتی رہے گی۔ عرسوں میں اگر کوئی ترقی ہوئی تو وہ اتفاقی طور پر ہوئی۔ مگر ہمارے جلسہ کو جو ترقی ہو رہی ہے۔ وہ بطور پیشگوئی کے ہے۔ پس عرسوں کے ساتھ اس کی کوئی مناسبت نہیں۔

اسی طرح اگر چار، پانچ شخص اکٹھے دوڑیں۔ تو ان دوڑنے والوں میں سے کوئی نہ کوئی تو آگے نکلے گا۔ بیشک ان دوڑنے والوں میں سے آگے نکل جانے والے کا کمال ہے۔ لیکن یہ نہیں کہا جا سکتا کہ اسے پہلے ہی معلوم تھا کہ میں آگے نکل جاؤں گا اور اس نے پہلے ہی بتا دیا تھا کہ ایسا ہوگا۔ ہاں اگر کوئی لولا یا لنگڑا یہ کہے کہ آؤ میرے ساتھ دوڑو۔ تم میں سے کوئی نہیں جو مجھ سے آگے نکل جائے اور فی الواقع اس دوڑ کا نتیجہ یہی ہو کہ اس سے کوئی آگے نہ نکل سکے تو اسے معجزہ قرار دینا پڑے گا اور یہ ماننا پڑے گا کہ یہ ایک نشان ہے ایسا ہی کسی زبان کے مصنفوں میں سے اگر کوئی مصنف سب سے بڑھ جائے تو بے شک یہ اس کا کمال ہوگا لیکن اس کے کمال کے مقابلہ میں کچھ حیثیت نہیں رکھتا۔ جو ایک کلام کے متعلق پہلے ہی کہہ دے کہ کوئی شخص اس کی نظیر نہیں لا سکتا اور فی الواقع اگر کوئی اس کی نظیر نہ لا سکے تو وہ معجزہ ہو جائے گا۔ یہی حال قرآن کریم کی تحدی کا

ہے۔ قرآن کریم نے پہلے کہہ دیا کہ میری کوئی نظیر نہیں لا سکتا اور آنحضرت ﷺ نے جب اسے پیش کیا تو ساتھ ہی فرما دیا کہ اس کلام کی کوئی مثل نہیں لا سکے گا اور ایسا ہی ہوا اس وجہ سے یہ ایک معجزہ ہے لیکن شیکسپیئر یا کسی اور مصنف کے کلام کو یہ درجہ حاصل نہیں شیکسپیئر نے کبھی یہ دعویٰ نہیں کیا کہ میرے کلام کی کوئی مثل اور نظیر نہیں لا سکے گا۔ بلکہ اسے تو پتہ ہی نہ تھا کہ اس کا کلام مقبول بھی ہو گا یا نہیں۔ اسی طرح عام میلے اور عرس جو بعض بزرگوں کی جگہوں پر ہوتے ہیں یا اور جلسے۔ ان کے متعلق کسی قسم کی کوئی خبر پہلے نہیں دی گئی اور کوئی ایسی پیشگوئی ان کے متعلق کسی کی طرف سے نہیں کی گئی کہ یہ ترقی کریں گے۔ لیکن ہمارے جلسہ کے متعلق حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی پیشگوئیاں ہیں کہ یہ ترقی کرے گا اور اس میں اس کثرت سے لوگ جمع ہونگے۔ جس طرح کہ مکہ مکرمہ میں جمع ہوتے ہیں۔ جس طرح وہاں جمع ہونے والوں کی غرض دین ہوتی ہے۔ اسی طرح یہاں آنے والوں کی غرض بھی محض دین ہوتی ہے۔ اس وجہ سے یہ ایک بہت بڑا نشان ہے جس سے ہر سال ایمان تازہ ہوتا ہے۔

یہ اس لئے نشان ہے کہ اس کے ترقی کرنے کے متعلق پہلے ہی سے اطلاع دی گئی تھی۔ اسی طرح قادیان کی ہر وہ چیز جو سلسلہ احمدیہ سے متعلق ہے نشان ہے کیونکہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے پہلے بتا دیا تھا کہ قادیان ترقی کرے گا اور بڑھے گا۔ پس یہاں کی ہر ایک چیز اور ہر ایک آدمی اک نشان ہے۔ قادیان میں جو لوگ مکان بناتے ہیں وہ بھی نشان ہیں کیونکہ وہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی پیشگوئی کے پورا ہونے میں حصہ لیتے ہیں۔

پس میں ان لوگوں سے جنھیں قادیان میں مکان بنانے کی توفیق خدا تعالیٰ نے دی ہے کہتا ہوں۔ کہ انہیں چاہئے کہ وہ اپنے مکانات کو حقیقی نشان بنانے کی کوشش کریں اور وہ اس طرح کہ دینی ضروریات کے لئے جس قدر حصہ دے سکتے ہوں دیں۔ یوں تو قادیان میں ہندو بھی مکان بناتے ہیں۔ سکھ بھی بناتے ہیں غیر احمدی بھی بناتے ہیں مگر ان کے مکان اس پیشگوئی کے مصداق نہیں ہو سکتے۔ جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے قادیان کی ترقی کے متعلق فرمائی ہیں۔ کیونکہ وہ سلسلہ کے کام نہیں آتے بلکہ ان میں تو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی مخالفت کی جاتی ہے۔ پس حقیقی طور پر اس پیشگوئی کے مصداق وہی مکان ہو سکتے ہیں جن میں آپ کی تصدیق ہو اور آپ کے اغراض و مقاصد کے لئے استعمال کئے جا سکیں اور سالانہ جلسہ ایک موقع ہے جس میں مکان بنانے والے اصحاب اچھی طرح اس نشان اور پیشگوئی کے مصداق اپنے مکانوں کو بنا سکتے ہیں۔ جو حضرت

مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام نے قادیان کی ترقی کے لئے کی۔ پس میں تمام ایسے احمدیوں کو جنھیں
قادیان میں مکان بنانے کی خدا تعالیٰ نے توفیق دی ہے کہتا ہوں کہ وہ جس قدر بھی حصہ اپنے مکانوں
سے مہمانوں کے لئے دے سکتے ہوں۔ کارکنان کو دے دیں تاکہ وہ مہمانوں کو ان میں ٹھہرائیں۔ اس
طرح وہ اس پیشگوئی کو خود بھی پورا کرنے والے ہوں گے۔ جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام
نے کی۔ پس دوستوں کو چاہئے کہ جس قدر حصہ مکان وہ فارغ کر سکتے ہیں کر دیں اور اس کی اطلاع
کارکنان کو جلد سے جلد دے دیں۔

دوسری نصیحت میں یہ کرنی چاہتا ہوں کہ ایسے موقع پر صرف مکان دے دینے سے کام نہیں
چل سکتا۔ جب تک ایسے آدمی نہ ہوں جو کارکنوں کے ساتھ بطور مدد گار کام نہ کریں۔ پس جو
دوست اپنے کام سے فارغ ہو سکتے ہیں۔ سوائے دوکانداروں کے ان کو چاہئے کہ وہ اپنی خدمات اس
موقع پر پیش کر دیں۔ پھر مختلف صیغوں میں کام کرنے والوں کو بھی چاہئے کہ سوائے اس صیغہ کے
آدمیوں کے جنھیں ان دنوں ضروری طور پر اپنے کام پر رہنا پڑتا ہے۔ باقی سب مہمان نوازی میں
حصہ لیں۔ میں پیشہ وروں کو بھی ان میں شامل سمجھتا ہوں اور ان سے بھی یہ کہتا ہوں کہ وہ بھی اس
کام کے لئے اپنے آپ کو پیش کریں اور کارکنوں کی مدد کریں۔

دکاندار اور پیشہ وروں میں فرق ہے۔ پیشہ ور نے تو ان دنوں میں بھی وہی معمولی تین چار
روپے کمانے ہوتے ہیں۔ جو عام طور پر کمایا کرتا ہے۔ لیکن دوکاندار نے ان دنوں اپنے سال کی کمائی
کرنی ہوتی ہے۔ پس پیشہ وروں کو چاہئے کہ کچھ وقت شمولیت جلسہ میں دیں اور کچھ وقت جلسہ کے
کام میں لگائیں۔ کچھ وقت خدا تعالیٰ کے لئے بھی وقف کرنا چاہیے۔ کام تو ہر روز کرتے ہی ہیں مگر
سال کے بعد یہ تین چار دن ایسے آتے ہیں۔ جن میں اگر خدا ان کو توفیق دے تو اپنے کام کے سوا
دوسرا کام کرنا پڑتا ہے۔ پس انہیں چاہئے کہ اس ثواب سے محروم نہ رہیں۔ آخر باہر سے تاجر بھی
آتے ہیں۔ زمیندار بھی آتے ہیں۔ پیشہ ور بھی آتے ہیں۔ وہ اپنے کام چھوڑ کر ہی آتے ہیں۔ پھر کیا
وجہ ہے کہ قادیان یا اس کے اردگرد کے زمیندار اپنے کام کو ان کے لئے نہ چھوڑیں اور قادیان کے
پیشہ ور مہمانوں کی خدمت کرنے کے لئے اپنا وقت صرف نہ کریں۔ میں سوائے تاجروں کے سب
سے کہتا ہوں کہ وہ اپنے آپ کو اس کام کے لئے پیش کریں۔

تیسری بات جو میں کہنی چاہتا ہوں وہ اخراجات کے متعلق ہے جلسہ کے موقع پر ہر ایک شخص
کو کوشش کرنی چاہئے کہ وہ اسی طرح کام کرے۔ جس سے اخراجات بے جا نہ ہوں۔ دس بیس

مہمان جہاں آ جائیں وہاں لوگ گھبرا جاتے ہیں تو جس جگہ تیرہ چودہ ہزار آ جائیں۔ وہاں گھبرا جانا کوئی بڑی بات نہیں۔ لیکن اگر ایک انتظام کے ماتحت کام کیا جائے تو تیرہ چودہ ہزار کیا اس سے دو چند بھی آدمی اگر آ جائیں۔ تو بھی کسی قسم کی گھبراہٹ پیدا نہیں ہو سکتی۔ بڑی بات جو اس موقع پر مدنظر رکھنی چاہئے وہ اقتصاد ہے۔ عام انتظام کے علاوہ اقتصادی پہلو کو بڑی احتیاط سے مدنظر رکھنا چاہئے کیونکہ بعض اوقات انسان زیادہ کام کی گھبراہٹ میں اقتصادی پہلو کو خاطر خواہ طور پر مدنظر نہیں رکھ سکتا اور بعض دفعہ تو حالات ہی کچھ ایسے پیدا ہو جاتے ہیں کہ اسے اقتصادی پہلو کو مدنظر رکھ کر کام کرنا مشکل ہو جاتا ہے اس لئے میں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ خاص طور پر کوشش کی جائے کہ اقتصادی پہلو ہاتھ سے نہ نکلے۔ اس وقت مالی تنگی بڑھی ہوئی ہے۔ یہاں تک کہ کارکنوں کو تین تین چار چار ماہ کی تنخواہیں نہیں ملیں اور بعض کو تو عملاً" فاقے آ رہے ہیں۔ اب اگر اقتصادی پہلو کو مدنظر نہ رکھا گیا اور اخراجات کے متعلق احتیاط نہ کی گئی تو یہ تنگی اور بھی بڑھ جائے گی۔ چونکہ جلسہ کے اخراجات ناگہانی طور پر پڑتے ہیں اور ان دنوں مالی تنگی اور بھی بڑھ جاتی ہے اس لئے اگر اخراجات میں کفایت اور اشیاء کی احتیاط کی طرف توجہ نہ کی جائے۔ تو اخراجات بڑھنے کے ساتھ مالی تنگی اور بھی بڑھ جاتی ہے۔ پس جلسہ میں کام کرنے والوں کو خصوصاً اور دوسرے لوگوں کو عموماً کہتا ہوں کہ وہ اس بات کو مدنظر رکھیں کہ چیزیں ضائع نہ ہوں۔

پھر جن دوستوں کے گھروں پر بعض لوگ ٹھہریں۔ ان کا یہ اہم فرض ہے کہ وہ اس بات کو پورے غور کے ساتھ مدنظر رکھیں اور جتنے آدمی ہوں اتنے آدمیوں کا ہی کھانا لیں۔ تا ایسا نہ ہو وہ ضرورت سے زیادہ کھانا لے لیں جو ضائع ہو۔ اس بات کو پہلے ہی خوب غور سے دیکھ لو کہ کتنے آدمی ہیں اور کتنا کھانا ان کے لئے ضروری ہے۔ پس جتنے کی ضرورت ہو۔ اتنا ہی لیا جائے۔

پھر ایک اور طریق بھی ہے جس سے کھانا ضائع ہونے سے بچ جاتا ہے اور وہ یہ کہ اگر پچاس آدمی ہوں اور ان کو الگ الگ کھانا کھلایا جائے تو اس طرح بہت ضائع ہو جاتا ہے اور خود ان کو بھی پورا نہیں ہوتا لیکن اگر ان کو اکٹھا کھانے کے لئے بٹھا دیا جائے۔ تو تیس آدمی کا کھانا بھی پچاس آدمیوں کو کفایت کر سکتا ہے۔ الگ کھلانے سے بہت نقصان ہو سکتا ہے اسی طرح اگر سارے جلسے میں یہ انتظام قائم رکھا جائے کہ سب کو اکٹھا کھانا کھلایا جائے تو بہت سی بچت ہو سکتی ہے۔ اگر الگ الگ ہی کھلایا جائے تو چار پانچ ہزار روپیہ کا نقصان ہو سکتا ہے۔

بعض دفعہ کھانا کھلانے والے اس خیال سے کہ ہمیں تکلیف نہ ہو۔ اس بات کا خیال نہیں

کرتے بلکہ وہ یہ دیکھتے ہیں کہ ہمیں تکلیف کس طرح کم ہوتی ہے۔ حالانکہ دیکھنا یہ چاہئے کہ نقصان کس طرح کم ہوتا ہے۔ پس ان کو چاہئے کہ وہ ایسے موقعوں پر تکلیف تو برداشت کرلیں بلکہ اگر کوئی ہتک آمیز سلوک بھی ہو تو بھی سہہ لیں لیکن کوئی ایسی بات نہ کریں جن سے نقصان ہو اور پریشانی پھیلے۔ پس میں امید کرتا ہوں کہ وہ ہر طریق سے اس بات کی کوشش کریں گے کہ کوئی ایسی بات نہ ہو جس سے نقصان ہو اور مالی تنگی اور بھی بڑھے۔

پھر میں یہ بھی امید کرتا ہوں کہ علاوہ ان باتوں کے وہ آنے والوں کے ساتھ اخلاق اور محبت سے پیش آئیں گے۔ کیونکہ میزبانی خدا کی نعمتوں اور رحمتوں کو بڑھانے کا ذریعہ ہے۔ خدا کی محبت پیدا کرنے کا ذریعہ ہے۔ ایمان کے بڑھانے کا ذریعہ ہے۔ صوفیاء لکھتے ہیں ہر انسان خدا کا مہمان ہے اور بعض نے تو اس بات میں اتنا غلو کیا ہے کہ جو اس مقام پر پہنچ جائے کہ اسے یہ نظر آجائے کہ خدا میزبان ہے اور ہم اس کے مہمان۔ تو وہ کسب معیشت کو ترک کردے۔

محی الدین ابن عربیؒ کے ایک استاد تھے۔ وہ کسب معیشت نہیں کیا کرتے تھے۔ ایک دن ایک شخص نے کہا کہ حضرت آپ اتنے بزرگ ہیں لیکن کسب معیشت نہیں کرتے حالانکہ معیشت کے سامان مہیا کرنا فرض ہے۔ فرمانے لگے ہم خدا کے مہمان ہیں اور یہ اس کی ہتک ہے کہ ہم اس کے مہمان ہو کر خود کھانا پینے کا انتظام کریں۔ اس شخص نے کہا۔ حدیث میں آیا ہے کہ مہمان تین دن کے لئے ہوتا ہے۔ اس پر انہوں نے فرمایا۔ بے شک یہ دن اگر ہوتے۔ تو ہماری مہمانی ختم ہو جاتی لیکن خدا کے ہاں دس ہزار سال بلکہ پچاس ہزار سال کا دن ہے۔ جب میری عمر ڈیڑھ لاکھ برس کی ہو جائے گی تو اعتراض کرنا۔

میرا مطلب اس سے یہ ہے کہ انہوں نے خدا کی حیثیت میزبان کی اور انسان کی حیثیت مہمان کی قرار دی ہے۔ پس میزبانی معمولی چیز نہیں۔ بلکہ بہت اعلیٰ شے ہے اور اس لئے اعلیٰ ہے کہ اس میں خدا کی صفت کی جھلک ہے کیونکہ خدا بھی میزبان ہے۔ اللہ تعالیٰ جب دیکھتا ہے کہ میرے بندے نے جب اپنے محدود سامانوں سے میزبانی کی ہے تو میں جو کہ غیر محدود سامانوں والا ہوں۔ میں کیوں نہ اس کی میزبانی کروں۔ پس یہ ایک نہایت اعلیٰ اور عمدہ شے ہے۔ جس سے خدا مہربان ہوتا ہے اور اس کی رحمت جوش میں آتی ہے۔ اس لئے میں قادیان والوں کو اور خاص کر جلسہ میں کام کرنے والوں کو نصیحت کرتا ہوں کہ وہ پورے طور پر میزبان بنیں اور خدمت اور تواضع کے علاوہ محبت اور اخلاق سے آنے والوں کے ساتھ پیش آئیں۔

پس یہ ایک نہایت ہی بابرکت کام ہے یہاں تک کہ خدا تعالیٰ کی بھی ایک حیثیت مہمان نوازی کی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ نبوت کے کمالات میں سے مہمان کی خاطر بھی رکھی گئی ہے۔ آنحضرت ﷺ پر جب پہلے پہل کلام اترا اور آپؐ کو سخت اضطراب اور گھبراہٹ پیدا ہوئی۔ تو حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے کہا۔ آپ مہمانوں کی خدمت کرنے والے ہیں۔ کس طرح ہو سکتا ہے کہ خدا آپؐ کو ضائع کرے۔ پس چونکہ مہمان نوازی کمالات نبوت کا ایک حصہ ہے بلکہ خدا کی شانوں میں سے ایک شان ہے۔ اس لئے اگر اس کو ادا کرتے ہوئے کوئی تکلیف بھی ہو یا بظاہر کوئی ہتک بھی ہو تو بھی اس میں کمی نہیں کرنی چاہئے۔ کیونکہ یہاں آنے والے صرف مہمان ہی نہیں۔ بلکہ شعائر اللہ بھی ہیں اور **و من یعظم شعائر اللہ فانھا من تقوی القلوب** ○ (الحج ۳۳) کے ماتحت شعائر اللہ کا اعزاز و اکرام کرنا اس بات کے ہم معنی ہے کہ ہمارے دلوں میں تقویٰ ہے۔ پس ایک مہمان ایک میزبان کے تقویٰ کے اظہار اور امتحان کا ذریعہ ہوتا ہے۔ اس لئے میں امید کرتا ہوں کہ آنے والوں کی ہر طرح خدمت کی جائے گی۔

دیکھو کیا یہاں کوئی سیر کی جگہ ہے۔ جس کی خاطر لوگ یہاں آتے ہیں۔ یا یہاں کوئی قابل دید مقامات ہیں جن کو دیکھنے کے لئے لوگ آتے ہیں۔ کیا یہاں کوئی منڈی ہے کہ خرید و فروخت کے لئے یہاں آتے ہیں۔ کیا یہاں کوئی بادشاہ ہے کہ لوگ اس لئے آتے ہیں کہ اگر اس کی نظر میں جچ گئے تو اچھی اچھی نوکریاں مل جائیں گی۔ کیا یہاں کوئی اور دنیاوی چیز ہے۔ جس کی خاطر لوگ یہاں چلے آتے ہیں کون سی دنیاوی کشش ہے جو لوگوں کو یہاں کھینچ رہی ہے ایک بھی نہیں۔ پھر لوگ کیوں یہاں آتے ہیں۔ ان کے آنے کی ایک ہی وجہ ہے اور وہ کوئی دنیاوی نہیں بلکہ دینی غرض ہے اور وہ یہ کہ خدا کے نبی نے کہا کہ یہاں تم آؤ تا تمہیں روحانی غذا ملے اور خدا نے اسے کہا کہ تم دن مقرر کرو کہ لوگ سفروں کو طے کرکے یہاں جمع ہوں۔ پس قادیان میں لوگ صرف اسی ایک غرض کے لئے آتے ہیں۔ اور صرف اسی روحانی غذا کی خواہش ان کو یہاں لاتی ہے۔

پس ہمارا جلسہ شعائر اللہ ہے بلکہ ہر آنے والا شعائر اللہ ہے اور **و من یعظم شعائر اللہ فانھا من تقوی القلوب** کے مطابق جو اللہ تعالیٰ کے نشانوں کی عظمت کرتا ہے۔ وہ اپنے تقویٰ کا ثبوت دیتا ہے۔ شعائر اللہ کی عزت اور قدر نہایت ضروری ہے اور سالانہ جلسہ کا موقع ہم میں سے ہر ایک کے تقویٰ کے امتحان کا وقت ہے۔ پس ہمیں چاہئے کہ ہم اس امتحان میں پورے اتریں۔ ہم میں سے ہر ایک کے دل میں مہمانوں کی عزت کے لئے وسعت پیدا ہونی چاہئے اور اگر برخلاف اس کے

انقباض پیدا ہوتا ہے تو سمجھ لو کہ تقویٰ کی کمی ہے۔ ہاں اگر ایسے موقع پر بشاشت پیدا ہو تو سمجھ لو کہ تقویٰ ہے۔ پس میں امید کرتا ہوں کہ ہمارے قادیان کے دوست صرف ان باتوں کو سنیں گے ہی نہیں بلکہ ان پر عمل بھی کریں گے۔ جو لوگ قادیان ہی میں رہتے ہیں۔ ان کو بچوں سے جدا نہیں ہونا پڑتا۔ بیویوں سے علیحدگی اختیار نہیں کرنی پڑتی - سفر کی تکلیف برداشت نہیں کرنی ہوتی۔ وہ یہیں رہتے ہیں اور انہیں ان باتوں میں سے کوئی بھی برداشت نہیں کرنی پڑتی۔ جو باہر سے آنے والوں کو یہاں آنے کے لئے کرنی پڑتی ہیں۔ وہ یہ نہیں کہہ سکتے کہ بال بچوں کو چھوڑ کر نہیں آ سکے۔ وہ یہ عذر نہیں کرسکتے کہ وہ اپنے کاروبار سے علیحدگی اختیار کرکے قادیان آنے سے مجبور ہیں۔ کیونکہ وہ یہیں رہتے ہیں۔ پس ان کو چاہئے کہ اس ثواب کے موقع کو ضائع نہ جانے دیں۔ وہ مہمانوں کی خدمت کرکے اسی طرح ثواب کے مستحق ہوسکتے ہیں۔ جس طرح باہر سے آنے والے خدا کے فضل سے اس کے مستحق ہو گئے ہیں۔

خطبہ ثانی میں فرمایا:۔

ہمارے ایک دوست اڑیسہ میں رہتے تھے۔ ان کا نام جعفر خان تھا۔ وہ اپنے علاقہ میں ایک ہی احمدی تھے۔ حتیٰ کہ ان کے بچے بھی احمدی نہیں وہ فوت ہو گئے ہیں میں نے کہا ہوا ہے جو دوست اکیلے ہوں یا جن کا جنازہ پڑھنے والے کم ہوں۔ قادیان میں ان کا جنازہ پڑھا جائے گا۔ آج جمعہ کے بعد میں اس مرحوم بھائی کا جنازہ پڑھوں گا۔ میں یہ اعلان اس لئے کرتا ہوں کہ تا سب دوست شامل ہوں۔

(الفضل ۲۵ دسمبر ۱۹۲۵ء)

اے مجانی الادب فی حدائق العرب جزو ثانی صہ ۱۶۴